بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

اسلام نے عورت کو جو حقوق دیے ہیں، ان کا ذکر تو بہت ہوتا ہے اور ان پر بڑی بحثیں ہوتی ہیں لیکن اس نے عورت پر جو ذمہ داریاں ڈالی ہیں ان کا تذکرہ ذرا کم ہی ہوتا ہے۔ ہوتا بھی ہے تو صرف اس کی عائلی اور خاندانی ذمے داریوں کا اور وہ بھی بہت ہی ہلکے پھلکے اور سرسری انداز میں۔ زیادہ گہرائی سے جائزہ لینے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ جہاں تک اس کی سماجی اور اجتماعی ذمہ داریوں کا تعلق ہے اس سے تعرض بالکل نہیں کیا جاتا، حالاں کہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ عورت اجتماعی زندگی سے کنارہ کش اور غیر متعلق نہ رہے، بلکہ مرد کے ساتھ مل کر دین کی اشاعت، اس کے قیام اور معاشرہ کی اصلاح وتعمیر کا فرض انجام دے۔ اس میں شک نہیں کہ اسلام نے عورت اور مرد کی تگ و دو اور جدوجہد کے دائرے الگ رکھے ہیں اور دونوں کو بعض حدود کا پابند بنایا ہے، لیکن اس کے باوجود اس کے نزدیک دونوں کا مقصدِ حیات ایک ہے اور پوری زندگی میں انہیں ایک دوسرے کا شریکِ کار اور معاون ہونا چاہیے۔ ایک طویل عرصہ سے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ کئی سو سال سے مسلمان عورت دنیا کے، حتیٰ کہ خود امت کے امور و مسائل سے الگ تھلگ ہی نہیں، بے خبر بھی رہی ہے۔ حالاں کہ دورِ اوّل میں اس کی ایک دوسری ہی تصویر ہمارے سامنے آتی ہے۔ وہ ان مسائل سے گہری دلچسپی لیتی تھی اور ان کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ یہاں اس موضوع پر میں نے قرآن و حدیث کی روشنی

میں صرف اصولی بحث کی ہے، اسلامی تاریخ سے اس کی مثالیں اپنی دوسری کتابوں میں فراہم کردی ہیں۔

یہ کتاب اس سے پہلے دو بار شائع ہوچکی ہے۔ اس کا ایک حصہ 'مسلمان خواتین کی دعوتی ذمہ داریاں' الگ سے کتابچہ کی شکل میں شائع ہوتا رہا ہے۔ اب میں نے اسے اسی کتاب میں شامل کر دیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے شرفِ قبولیت سے نوازے اور اس کے بندوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے۔

جلال الدین

۱۰/اپریل ۱۹۸۶ء

طبع جدید

یہ کتاب ۱۹۸۶ء سے شائع ہو رہی ہے۔ اس موضوع پر کوئی مستقل تصنیف نہیں تھی، اس لیے اس کی طلب پائی گئی۔ چناں چہ اب تک اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ پاکستان سے بھی اس کی اشاعت عمل میں آئی ہے۔ اب کی بار میں نے ایک نظر ڈال کر اسے مزید بہتر بنانے کی کوشش کی ہے۔ ایک بحث میں تھوڑا سا اضافہ بھی کیا ہے۔ اس طرح یہ پہلے سے بہتر انداز میں پیش ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مزید خدمت کی توفیق عنایت فرمائے۔

جلال الدین

۲۶/ستمبر ۲۰۱۵ء

اب اس کا آٹھواں ایڈیشن مزید اصلاح وتصحیح کے بعد پریس میں جارہا ہے۔

جلال الدین

۲۵/اکتوبر ۲۰۱۷ء

مسلمان خواتین کی سماجی ذمے داریاں

اس دنیا میں بے شمار قومیں، نسلیں اور جماعتیں تھیں۔ ان میں سے بعض اپنے علم وفن، فکر و فلسفہ، تہذیب وتمدن اور مادی ترقی اور خوش حالی میں بہت نامور بھی تھیں، لیکن اس سب کے باوجود وہ اپنے خالق، مالک، معبود اور حاکم کو فراموش کی ہوئی تھیں اور اس سے بے نیاز اور بے خوف ہوکر زندگی گزار رہی تھیں۔ پورے عالم میں اس سرے سے اس سرے تک اللہ تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی کا بے تحاشہ ارتکاب ہو رہا تھا اور کوئی اسے اس کے انجام سے باخبر کرنے والا نہ تھا۔

امتِ مسلمہ کی ذمے داری

یہ تھے وہ حالات جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول محمد ﷺ کے ذریعے ایک امت کھڑی کی تاکہ وہ دنیا کو اس کے دین کی طرف بلائے، کفر وشرک اور الحاد و دہریت سے نکالے، اسے یہ حقیقت سمجھائے کہ اللہ تعالیٰ کی اس کائنات میں صرف اسی کی عبادت اور اطاعت ہونی چاہیے۔ اسی میں انسان کی کام یابی اور کام رانی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بغاوت اور نافرمانی بڑی ہی خطرناک ہے۔ اس سے اس کی دنیا اور آخرت دونوں ہی تباہ ہوجائیں گی۔ اس طرح محمد ﷺ کی یہ امت

پوری دنیا کی خیر وفلاح اور نجات کے لیے کھڑی کی گئی، اسے 'خیر امت' کا لقب دیا گیا اور اس کے کام کے لیے 'امر بالمعروف و نہی عن المنکر' کی تعبیر اختیار کی گئی۔ چناں چہ قرآن مجید کا ارشاد ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ (آل عمران:۱۱۰)	تم سب سے بہتر امت ہو جسے لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے۔ معروف کا حکم دیتے ہو اور منکر سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

معروف ومنکر بہت وسیع اصطلاحات ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ پورا دین آجاتا ہے۔ دنیا کو معروف کا حکم دینے اور منکر سے منع کرنے کے لیے دعوت و تبلیغ، وعظ و نصیحت، تعلیم و تربیت اور نشر و اشاعت غرض تمام جائز اور پسندیدہ ذرائع اختیار کیے جاسکتے ہیں۔ امت مسلمہ اپنے حالات کے لحاظ سے ان سب ذرائع کو اختیار کرے گی، اور اگر حکومت و اقتدار حاصل ہو تو اسے بھی وہ اسی پاک مقصد کے لیے استعمال کرے گی۔ چناں چہ قرآن مجید نے اس کے بارے میں ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝۴۱ (الحج:۴۱)	یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار عطا کریں تو نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے منع کریں گے اور اللہ ہی کے ہاتھ میں انجام کار ہے۔[۱]

---

[۱] امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تشریح اور اس کے تقاضوں کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب 'معروف و منکر' ناشر: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی-۲۵

امت کی خواتین اس ذمہ داری میں شریک ہیں

قرآن مجید کا خطاب مردوں سے بھی ہے اور عورتوں سے بھی۔ امت مسلمہ پر جو ذمہ داری ڈالی گئی ہے اس میں امت کی عورتیں اور مرد دونوں ہی شریک ہیں۔ اس لیے یہ سوچنا صحیح نہ ہوگا کہ اس کا بار صرف مردوں کو اٹھانا ہے اور عورتیں اس سے آزاد ہیں۔ اس سے پہلو تہی کرنا اور غفلت برتنا جس طرح مردوں کے لیے درست نہیں ہے اسی طرح عورتوں کے لیے بھی صحیح نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر پوری امت کی ذمہ داری ہے۔ یہ ذمہ داری اس کے مردوں کی بھی ہے اور عورتوں کی بھی۔ یہ امت کی ان خصوصیات میں سے ہے، جن کے بغیر اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا اور جو اسے دوسری قوموں اور جماعتوں سے بالکل ممتاز اور جداگانہ حیثیت عطا کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (التوبہ:۷۱)

ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ معروف کا حکم دیتے اور منکر سے منع کرتے ہیں۔

اس آیت نے یہ بات واضح کردی کہ 'امر بالمعروف و نہی عن المنکر' کی وسیع ذمہ داریوں میں مردوں کے ساتھ خواتین بھی شریک ہیں اور دونوں ہی کو مل جل کر ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے[1]

قرآن مجید نے جو مختلف النوع سماجی ذمہ داریاں بیان کی ہیں، ان کے مطالعہ سے دو باتیں بالکل نمایاں ہو کر سامنے آتی ہیں: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو ہر دور میں مردوں کے ساتھ خواتین نے بھی قبول کیا اور دونوں ہی نے اس کے لیے

---

[1] اس آیت کی مزید تشریح آگے آرہی ہے۔ ملاحظہ ہو 'عورت اور معاشرہ کی تعمیر'

ہر طرح کی قربانی دی۔

دوسرے یہ کہ معاشرہ کے بنانے اور بگاڑنے میں عورت بڑا اہم رول ادا کرتی ہے، لہٰذا اسلامی معاشرہ کی تعمیر عورت کے تعاون ہی سے ہوسکتی ہے۔

اس کے ساتھ قرآن و حدیث نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ معاشرہ میں دعوتی اور اصلاحی جدوجہد کا جاری رکھنا مردوں کی بھی ذمہ داری ہے اور خواتین کی بھی۔ دونوں کو یہ جدوجہد اپنے اپنے دائرہ میں ضرور کرنی چاہیے۔

آئندہ صفحات میں ان موضوعات پر الگ الگ گفتگو کی جائے گی۔

☆☆☆

راہِ حق میں عورتوں کی استقامت

اسلام سارے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کی دعوت دیتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ یہ دنیا کفر وشرک اور الحاد و دہریت سے نجات پائے، اللہ کے بندے اس کی نافرمانی اور بغاوت کو چھوڑ کر اس کی اطاعت قبول کرلیں اور اس کے بندے بن کر رہیں، یہاں حق غالب اور باطل مغلوب ہوجائے، اللہ کی زمین پر ہر سو اسی کا حکم چلے اور اس کے طوقِ عبادت کے سوا کسی دوسرے کا طوقِ غلامی انسان کی گردن میں نہ رہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا وہ دین ہے، جو اس نے انسانوں کی ہدایت کے لیے ہر زمانہ میں نازل کیا اور اسی کی دعوت ہمیشہ اس کے پیغمبر دنیا کو دیتے رہے۔

دہکتی آگ میں ڈالے گئے

اللہ تعالیٰ کے اس دین کا برملا اعلان کرنا اور اس پر ثابت قدم رہنا آسان نہیں ہے۔ یہ وہ دشوار گزار مہم ہے کہ اس کے تصور ہی سے دل کانپ اٹھتا ہے۔ یہاں قدم قدم پر آزمایا جاتا ہے اور آدمی کے صبر وثبات کا امتحان ہوتا رہتا ہے۔ یہ راستہ آسانی سے نہ کبھی طے ہوا ہے اور نہ طے ہوسکتا ہے۔ اس میں ہر طرح کی مشکلات اور دشواریاں دامن گیر ہوتی ہیں اور بسا اوقات دہکتی آگ سے آدمی کو گزرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اس کے ان مخلص بندوں پر جو اس پر خطر راہ سے

مسکراتے گزر گئے۔ قرآن مجید نے ایک جگہ ان باہمت نفوس کا ذکر کیا ہے، جو محض اس جرم میں کہ وہ اس زمین و آسمان کے مالک و مولیٰ پر ایمان رکھتے تھے، آگ کی خندق میں زندہ پھینک دیے گئے، لیکن ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ ان میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں۔

یہ اہل ایمان جن شقی القلب اور درندہ صفت انسانوں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے، قرآن مجید نے انہیں 'اصحاب الاخدود' (خندق والے) کا نام دیا ہے۔ اس سے اس دل ہلا دینے والے واقعے کی تصویر کھنچ جاتی ہے، جو ان کے ہاتھوں ایمان والوں کے ساتھ پیش آیا۔ وہ دہکتی آگ میں انہیں زندہ جلا کر لطف لے رہے تھے اور اس حقیقت کو فراموش کر چکے تھے کہ اس آج کے بعد ایک کل بھی ہے، جب کہ انہیں جہنم کی آگ سے سابقہ پیش آئے گا اور جس سے ان کے نکلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ وہاں کام یاب اور اللہ کی نعمتوں سے سرفراز وہی ہوں گے، جن کے پاس ایمان وعمل کی دولت ہوگی۔ اس کی تفصیل سورۂ بروج میں موجود ہے: ارشاد ہے:

قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ۙ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ ۙ﴿۵﴾ اِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُوۡدٌ ۙ﴿۶﴾ وَّهُمۡ عَلٰى مَا يَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ شُهُوۡدٌ ؕ﴿۷﴾ وَمَا نَقَمُوۡا مِنۡهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِ ۙ﴿۸﴾ الَّذِىۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ ؕ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ لَمۡ يَتُوۡبُوۡا فَلَهُمۡ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمۡ عَذَابُ

مارے گئے خندق والے، ایندھن بھری آگ کی خندق والے، جب کہ وہ اس کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے اور جو کچھ وہ ایمان والوں کے ساتھ کر رہے تھے اسے دیکھ رہے تھے۔ ان ایمان والوں سے انہوں نے محض اس لیے انتقام لیا کہ وہ اللہ پر ایمان لائے تھے، جو زبردست اور ستودہ صفات ہے اور جس کی آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ اور اللہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ بے شک جن لوگوں نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں پر یہ ظلم توڑا اور توبہ نہیں کی ان کے لیے

الْحَرِيْقِ ۝١٠ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ۝١١ (البروج:۴-۱۱)

جہنم کا عذاب ہے، اور ان کے لیے جلنے کی سزا ہے، جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے ان کے لیے جنت کے باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ ہے بڑی کام یابی۔

حضرت نوح عَلَيْهِ السَّلَام پر ایمان لانے والے

حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم میں دعوت و تبلیغ کا فرض انجام دیتے رہے۔ (العنکبوت: ۱۴) صدیوں کی کوشش کے بعد بھی جب وہ ایمان نہیں لائی تو انہوں نے بد دعا کی کہ خدایا تو اسے صفحۂ زمین سے مٹا دے یہ اس قابل نہیں ہے کہ اسے باقی رکھا جائے، لیکن اس کے ساتھ جن چند مردوں اور عورتوں نے حق کی راہ میں ان کا ساتھ دیا ان کے لیے دعا فرمائی:

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝٢٨ (نوح:۲۸)

اے میرے رب معاف فرما دے مجھے، میرے والدین کو اور جو مومن ہوکر میرے گھر میں داخل ہوا ہے اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو اور ان ظالموں کی ہلاکت ہی میں تو اضافہ فرما۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو ان نیک بندوں اور بندیوں پر جنھوں نے بدترین مخالفین کے درمیان اپنی زندگیاں گزار دیں، آپ تصور کرسکتے ہیں کہ انہیں کن زہرہ گداز حالات سے گزرنا نہیں پڑا ہوگا اور کیا کیا تکلیفیں انہوں نے اپنے دین کے لیے نہیں اٹھائی ہوں گی؟ یہ واقعات اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ ہر دور میں مردوں کی طرح عورتیں بھی دین حق کے لیے قربانیاں دیتی رہی ہیں۔

اسلامی تاریخ گواہی دیتی ہے

اس کا ثبوت ہمیں رسولِ اکرم ﷺ کے عہد مبارک سے بھی ملتا ہے۔ دین کی دعوت و تبلیغ سے لے کر اسلامی ریاست کے قیام تک رسول اللہ ﷺ اور آپ کے جاں نثار ساتھی بڑے پرخطر اور نازک حالات سے گزرے، طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں اٹھائیں، دوست ان کے دشمن بن گئے اور خویش و اقارب اجنبی ہو گئے۔ انہوں نے گالیاں سنیں، پتھر کھائے، گھر بار چھوڑا اور جان و مال کی بے پناہ قربانیاں دیں۔ ان تمام مراحل میں مردوں کے دوش بدوش خواتین بھی تھیں۔ دونوں نے مل کر یہ کٹھن راہ طے کی اور دعائیں کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے کہ خدایا ابھی حق ادا نہیں ہوا ہے تو ہمیں معاف کر دے۔ قرآن مجید نے انہیں عفو و درگزر اور جنت کی بشارت دی۔ اس جدوجہد میں مردوں کے ساتھ خواتین بھی شریک تھیں اس لیے یہ بشارت بھی دونوں کے لیے تھی۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَآ أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ ۖ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ ۖ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿١٩٥﴾

(آل عمران: ۱۹۵)

ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی کہ تم میں سے کسی بھی عمل کرنے والے کے عمل کو چاہے وہ مرد ہو یا عورت ضائع نہیں کروں گا۔ تم سب ایک دوسرے سے ہو، پس جنہوں نے ہجرت کی، جو اپنے گھروں سے نکالے گئے، جو میرے راستے میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے تو میں ان کے گناہوں کو معاف کر دوں گا اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ یہ اللہ کی طرف سے ان کا بدلہ ہے اور اللہ ہی کے پاس بہترین بدلہ ہے۔

جو مرد اور عورتیں دین کی اس جدوجہد میں اخلاص کے ساتھ شریک رہے، نازک سے نازک مواقع پر اللہ تعالیٰ نے انہیں ثابت قدم رکھا اور سکونِ قلب سے نوازا۔ اس کے بغیر یہ راہ طے نہیں ہوسکتی تھی۔ اس کے برخلاف جن لوگوں کے دلوں میں نفاق تھا وہ طرح طرح کے وسوسوں اور سود و زیاں کے اندیشوں میں گرفتار ہوگئے۔ وہ اس یقین سے محروم تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے گا۔ اسی لیے وہ اس مہم میں ساتھ نہیں دے سکے۔ اس کی نمایاں مثال صلح حدیبیہ میں ملتی ہے۔ یہ صلح جن حالات میں ہوئی اور جن شرائط کے ساتھ ہوئی اس سے شروع میں بڑی بے اطمینانی اور بے چینی پیدا ہوئی، لیکن اللہ تعالیٰ نے بہت جلد اہل ایمان کے دلوں کو سکون سے بھر دیا۔ چناں چہ انہوں نے اس کا بھرپور ساتھ دیا، لیکن منافقین بے یقینی کی دلدل سے نہیں نکل سکے، اس لیے ایمان والے مغفرت اور جنت کے سزاوار قرار پائے تو منافقین اور مشرکین پر اللہ کا غضب نازل ہوا۔ وہ جہنم کے مستحق ٹھہرے۔ قرآن مجید نے اس کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ؕ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ﴿۴﴾ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ يُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۙ﴿۵﴾ وَّ يُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ

وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں سکینت نازل فرمائی، تاکہ ان کے اندر پہلے سے جو ایمان ہے اس کے ساتھ ان کا ایمان اور بڑھ جائے اور زمین و آسمان کے سارے لشکر اللہ ہی کے ہیں اور اللہ علم اور حکمت والا ہے تاکہ مومن مردوں اور عورتوں کو ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کے گناہ ان سے دور کرے اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کام یابی ہے اور منافق

وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ لَعَنَهُمْ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿٦﴾ (الفتح:۴-٦)

مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو اللہ کے متعلق برے گمان رکھتے ہیں۔ برائی کی لپیٹ میں وہ خود ہی آ کر رہیں گے۔ اللہ کا غضب ہوا ان پر، اس نے ان پر لعنت کی اور ان کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔

راہِ حق میں انفاق

سورۂ حدید میں راہِ خدا میں انفاق پر بڑا زور دیا گیا ہے اور دین کے فروغ اور سربلندی کے لیے اس کی اہمیت بیان ہوئی ہے۔ فرمایا گیا: اللہ کے دین کے لیے جو دولت خرچ ہوگی روزِ قیامت اس کا کئی گنا اجر عطا ہوگا۔ ارشاد ہے:

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿١١﴾ (الحدید:۱۱)

کون ہے جو اللہ کو قرض دے؟ قرض حسن، کہ اسے بڑھا چڑھا کر دیا جائے اور اس کے لیے اجر ہے عزت والا۔

اس کے بعد والی آیت بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب تمام اہل ایمان سے ہے اس کے مردوں سے بھی اور عورتوں سے بھی۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٢﴾ (الحدید:۱۲)

اس دن تم دیکھو گے کہ مومنوں اور مومنات کا نور ان کے سامنے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہے (ان سے کہا جائے گا کہ) آج تمہارے لیے جنتوں کی بشارت ہے، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کام یابی ہے۔

منافقین اس فوز وفلاح سے محروم ہوں گے۔ ان کے مرد اور عورتیں ظلمت میں ہوں گے۔ وہ اہل ایمان سے درخواست کریں گے کہ ذرا ہماری طرف توجہ ہو کہ ہم تمہاری روشنی سے فائدہ اٹھا سکیں، لیکن ان سے کہا جائے گا کہ روشنی حاصل کرنے کے مواقع تو دنیا میں تھے۔ جاؤ، وہاں سے روشنی حاصل کرو۔ پھر دونوں کے درمیان دیوار کھڑی کردی جائے گی۔ (الحدید:۱۳)

اسی ذیل میں آگے ارشاد ہے:

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَ لَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۸﴾ (الحدید:۱۸)

بے شک اللہ کی راہ میں صدق دل سے خرچ کرنے والے مرد اور عورتیں اور جنھوں نے اللہ کو قرض دیا، قرضِ حسن، ان کو کئی گنا بڑھا کر دیا جائے گا اور ان کے لیے اجر ہے باعزت۔

اسلام کی دعوت وتبلیغ اور اس کی سربلندی کے لیے اہل ایمان، ان کے مرد اور خواتین جو مال صرف کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا کئی گنا اجر عطا کرے گا۔ یہ اجرِ کریم ہوگا اور عزت واحترام کا ہوگا۔

ایمان والوں کے لیے پیغمبر دعا کرتے ہیں

جو لوگ پورے اخلاص سے ایمان لاکر دل وجان سے اس پر عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں دنیا وآخرت میں اپنی رحمت سے نوازتا ہے۔ ایک جگہ رسول اللہ ﷺ کو حکم ہوا کہ آپ اللہ کے ان نیک بندوں کے لیے استغفار فرماتے رہیں کہ اگر ان سے کوئی بھول چوک، لغزش یا اپنے درجہ سے فروتر کوئی عمل سرزد ہوجائے تو اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمادے۔ ارشاد ہے:

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ

جان لو کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے اور

لِذَنۡۢبِكَ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ‌ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ مُتَقَلَّبَكُمۡ وَمَثۡوٰٮكُمۡ ۝۱۹
(محمد:۱۹)

اپنی غلطی کے واسطے معافی مانگتے رہو اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی استغفار کرتے رہو۔ اور اللہ تمہاری سرگرمیوں سے بھی واقف ہے اور تمہارے ٹھکانے کو بھی جانتا ہے۔

کسی مومن مرد یا عورت کے لیے اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں اور اس کے نیک بندوں کی دعائیں اسے حاصل ہوں اور وہ اس کی رحمت و مغفرت کا مستحق ٹھہرے۔ یہ وہ سرمایہ ہے جس پر رشک کیا جاسکتا ہے اور ہر صاحبِ ایمان کو رشک کرنا چاہیے۔

☆☆☆

عورت اور معاشرے کی تعمیر

بعض اوقات معاشرے کی اصلاح اور تعمیر و ترقی میں عورت کی اہمیت محسوس نہیں کی جاتی اور یہ خیال کیا جاتا ہے یا کم از کم اس طرح کا رویہ اختیار کیا جاتا ہے جیسے معاشرہ صرف مرد کے گرد گردش کرتا ہے، اسی کی سعی و جہد اور فکر و عمل اسے بناتی یا بگاڑتی ہے، عورت کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ حالاں کہ یہ بالکل مہمل اور غلط خیال ہے۔ اس بات کا تصور نہیں کیا جاسکتا کہ نوعِ انسانی کی نصف آبادی کی شرکت کے بغیر دنیا کسی انقلاب سے ہم کنار ہوسکتی ہے۔ تاریخ شہادت دیتی ہے کہ کشمکشِ حیات میں ہمیشہ مرد اور عورت ایک دوسرے کے معاون اور مددگار رہے ہیں، زندگی کے بارگراں کو دونوں نے مل کر اٹھایا ہے اور دونوں کی سعی و جہد نے تہذیب وتمدن کو آگے بڑھایا ہے۔ یہاں بہت سے مذاہب وجود میں آئے، نظریات اور افکار ابھرے، تہذیبیں نمودار ہوئیں، ان سب کو پھیلانے اور مستحکم کرنے میں عورت نے مرد کا ساتھ دیا ہے۔ جہاں تک کسی فکر کو نئی نسل کے دل و دماغ میں اتارنے، اس کے مطابق اسے ڈھالنے اور اس کے اندر اس سے محبت اور اسے باقی رکھنے کا جذبہ پیدا کرنے کا تعلق ہے، عورت نے مرد سے زیادہ اہم رول ادا کیا ہے۔

اسلام نے معاشرے کی تعمیر میں عورت کی اہمیت کو پوری طرح نمایاں کیا

ہے۔ اس کے نزدیک عورت اور مرد مل کر معاشرے کو بناتے اور بگاڑتے ہیں۔ نیک اور خدا ترس مرد و زن ایک دوسرے کے معاون اور مددگار ہوتے ہیں اور معاشرے کو صلاح و تقویٰ کی راہ دکھاتے اور اس کا پابند بناتے ہیں۔ اس کے برخلاف غلط کار اور ناخدا شناس مردوں اور عورتوں کے درمیان بھی تعاون اور اشتراک ہوتا ہے اور وہ مل جل کر پورے معاشرے کو غلط رخ پر لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ معاشرہ اچھا ہو یا برا عورت اور مرد کی مشترکہ جدوجہد سے وجود میں آتا ہے۔ اس کے بغیر نہ تو معاشرے کی اصلاح کا تصور کیا جاسکتا ہے اور نہ بگاڑ کا۔ سماجی علوم کے ماہرین نے معاشرے کی تعمیر و تخریب یا اس کے اخلاقی عروج و زوال میں عورت کے اس کردار کو تسلیم نہیں کیا، بلکہ اسے ایک طرح سے نظر انداز کیا۔ اسلام اسے مرد کے ساتھ شریک قرار دیتا ہے۔ یہ حقیقت سورۂ توبہ کے نویں رکوع کے مطالعہ سے پوری وضاحت سے سامنے آتی ہے۔

معاشرے کی تعمیر میں منافقین اور منافقات کا کردار

قرآن مجید نے کہا کہ جن لوگوں کے دلوں میں نفاق چھپا ہوا ہے اور جو ایمان و یقین سے محروم ہیں ایسے تمام مرد اور عورتیں ایک ہیں، ایک ہی مقصد کے لیے سرگرم عمل ہیں اور پورے معاشرے کو ایک خاص رنگ روپ دینا چاہتے ہیں۔ چناں چہ ان کی زندگی کا جو انداز ہے اور معاشرے کو جس رخ پر وہ لے جانا چاہتے ہیں اس کا ذکر اس نے ان الفاظ میں کیا ہے:

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ	منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک جیسے ہیں۔ منکر کا حکم دیتے اور معروف سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں۔ وہ اللہ

نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۶۷﴾ (التوبہ:۶۷)	کو بھول گئے تو اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا۔ بے شک منافق اللہ کے نافرمان ہیں۔

انجام میں یکسانیت

برائیوں کی تبلیغ کرتے پھرنا، نیکی اور بھلائی سے باز رکھنے کی کوشش کرنا، خلقِ خدا کے ساتھ سنگ دلی اور شقاوت کا رویہ اختیار کرنا، کسی بھی کارِ خیر میں آگے نہ بڑھنا، آخرت کو فراموش کر کے زندگی گزارنا، کسی خدا پرست انسان کا طریقہ نہیں ہوسکتا۔ یہ اس کے منکروں اور باغیوں کا رویہ ہے، اس لیے منافقین کے دعوئے ایمان کے باوجود ان کا وہی حشر ہوگا، جو اللہ تعالیٰ کے منکروں اور باغیوں کا ہوگا۔ ارشاد فرمایا:

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۶۸﴾ (التوبہ:۶۸)	اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کے لیے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے۔ اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہ ان کے لیے کافی ہے۔ ان پر اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لیے ابدی عذاب ہے۔

مومنین اور مومنات کی صفات

اس کے بعد ان مردوں اور عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اپنے ایمان میں مخلص ہیں اور جن کے دلوں میں خوفِ خدا اور آخرت کا یقین ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی زندگیاں اعلیٰ صفات سے آراستہ ہوتی ہیں اور ان کے سیرت و کردار میں بڑی مماثلت اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ فرمایا:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ	ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں، معروف کا حکم دیتے اور منکر سے منع کرتے ہیں، نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ

الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ	دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت
اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ	کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور
اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾	رحم فرمائے گا۔ بے شک اللہ غالب اور حکمت
(التوبہ: ۷۱)	والا ہے۔

مومنوں اور منافقوں کی صفات کا تجزیہ

پہلے منافقوں کے انفرادی اور اجتماعی رویے کا ذکر تھا۔ اس کے بعد ایمان والوں کی سیرت و کردار کا بیان ہوا ہے۔ اس کا تھوڑا سا تجزیہ بھی یہ جاننے کے لیے کافی ہے کہ ان دونوں کی روش کیا ہے اور وہ معاشرہ کو کس طرف لے جانا چاہتے ہیں۔

۱- منافق مردوں اور عورتوں کے بارے میں پہلی بات یہ کہی گئی کہ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ (وہ ایک جیسے ہیں) اور اہل ایمان کو بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ (ایک دوسرے کے دوست اور ساتھی) فرمایا گیا۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ منافق گو اپنے مزاج، نفسیات اور مقصد کے لحاظ سے ایک ہیں، لیکن ان میں الفت و محبت، خیر خواہی و ہم دردی، وقت ضرورت سر پرستی اور نصرت و حمایت کا وہ جذبہ نہیں پایا جاتا جو کسی گروہ کو متحد و متفق رکھتا ہے اور اپنے مقصد میں کام یاب بناتا ہے۔ جب وہ اپنے ہم مقصد لوگوں کے ساتھ ہم دردی کا رویہ نہیں اختیار کر سکتے تو دوسروں کے ساتھ کیا کر سکتے ہیں؟ اس کے برخلاف دین کے تعلق نے ایمان والوں کو ایک دوسرے کا ہم درد و بہی خواہ بنا دیا ہے۔ ان کے مردوں اور عورتوں کے اندر ایک دوسرے کی مدد اور تعاون کے جذبات موج زن ہیں۔

۲- منافقوں اور منافقات کے بارے میں دوسری بات یہ کہی گئی کہ وہ منکر کا حکم دیتے اور معروف سے منع کرتے ہیں۔ اس کے برعکس ایمان والے مردوں اور عورتوں کے متعلق فرمایا کہ 'وہ معروف کا حکم دیتے اور منکر سے منع کرتے

ہیں، ان جملوں کے کوئی محدود معنی نہیں ہیں بلکہ یہ اپنے اندر بڑا وسیع مفہوم رکھتے ہیں۔ اس کی وضاحت کے لیے ہم ان فقروں کی وہ تفسیر نقل کرتے ہیں جو ہمارے دو بڑے مفسرین نے کی ہے۔ علامہ ابن جریر طبری منافقوں اور منافقات کے بارے میں لکھتے ہیں:

(یامرون) من قبل منهم (بالمنکر) و هو الکفر باللّٰه و بمحمد ﷺ و بما جاء بهٖ و تکذیبه (و ینهون عن المعروف) یقول و ینهونهم عن الایمان باللّٰه و بما جآء بهٖ من عند اللّٰه	جو ان کی بات مانے اسے وہ منکر کا حکم دیتے ہیں۔ منکر سے مراد ہے اللہ کا، محمد ﷺ کا اور جو تعلیمات آپ اللہ کے پاس سے لائے ہیں ان کا انکار اور تکذیب۔ وہ معروف سے روکتے ہیں۔ یعنی اللہ اور اس کے رسول پر اور جو تعلیمات آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں ان پر ایمان سے روکتے ہیں۔

(تفسیر ابن جریر، جلد ۶، جزء ۱۰، ص ۱۲۰، طبع قدیم)

مومنین اور مومنات کے متعلق فرماتے ہیں:

فان صفتهم ان بعضهم انصار بعض (یامرون بالمعروف) یقول یامرون الناس بالایمان باللّٰه و رسوله و بما جاء به من عند اللّٰه	ان کی خوبی یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ معروف کا حکم دیتے ہیں یعنی لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول پر اور جو دین آپ اللہ کی طرف سے لائے ہیں اس پر ایمان کا حکم دیتے ہیں۔

(تفسیر ابن جریر حوالہ سابق، ص ۱۲۳)

علامہ بغوی فرماتے ہیں:

(یامرون بالمنکر) بالشرک والمعصیة (و ینهون عن المعروف) ای عن الایمان والطاعة.... (یامرون بالمعروف) ای بالایمان	منافق، منکر، کا یعنی شرک اور معصیت کا حکم دیتے ہیں۔ 'معروف' سے یعنی ایمان اور اطاعت سے روکتے ہیں...... اہل ایمان 'معروف' کا یعنی ایمان، اطاعت اور امورِ خیر

و الطاعة والخير (و ينهون عن المنكر) عن الشرك والمعصية و ما لا يعرف فی الشرع

کا حکم دیتے ہیں 'منکر' سے یعنی شرک سے معصیت سے اور ان تمام باتوں سے جو شریعت میں جانی پہچانی نہیں ہیں، منع کرتے ہیں۔

(معالم التنزیل، ج ۳، ص ۱۵۱، ۱۵۴)

مطلب یہ کہ منافق، کفر و شرک اور بے دینی کا معاشرہ میں چرچا کرتے ہیں، اللہ اور رسولؐ کی نافرمانی اور معصیت پر ابھارتے ہیں، نیکی، تقویٰ اور اخلاق کی راہ میں رکاوٹ ڈالتے ہیں اور بداخلاقی اور بدکرداری کے پھیلانے میں اپنی قوت صرف کرتے ہیں۔ منافق تو یہ رذیل حرکتیں کرتے پھرتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے نیک بندے، جن کے اندر اس کا خوف اور آخرت کا یقین ہے، وہ ایمان و اسلام کی دعوت دیتے ہیں، عبادت و اطاعت کی اور تقویٰ و طہارت کی تبلیغ کرتے ہیں، بداخلاقی و بے حیائی سے، اللہ کی بغاوت اور نافرمانی سے اور ان تمام باتوں سے جن کے لیے کوئی دینی اور اخلاقی وجہ جواز نہیں ہے، دنیا کو روکتے ہیں۔ گویا ایک طرف اللہ کے دین کے مطابق معاشرہ کی تعمیر کی کوشش ہوتی ہے اور دوسری طرف اس کے بالکل برعکس معاشرہ کو دین سے پھیرنے کی سعی کی جاتی ہے۔ اس پوری کوشش میں عورت اور مرد دونوں شریک ہوتے ہیں اور اپنا حصہ ادا کرتے ہیں۔ اس طرح قرآن نے یہ بات واضح کردی کہ معاشرہ کے صلاح و فساد سے عورت کا گہرا تعلق ہے اور وہ اس کے بنانے اور بگاڑنے میں بڑا اہم رول ادا کرتی ہے۔

۳- منافقوں کے بارے میں تیسری بات یہ کہی گئی ہے کہ ان کے مرد و زن سب اللہ کو بھولے ہوئے ہیں اور غفلت اور بے خبری کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس کے مقابلے میں ایمان والوں کی صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ نماز پڑھتے ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ اللہ کو ہر وقت یاد کرتے ہیں، اس سے بے خوف ہوکر یا اسے بھول کر زندگی نہیں گزارتے۔

۴- منافقوں کے متعلق چوتھی بات یہ کہی گئی وَ یَقْبِضُوْنَ اَیْدِیَھُمْ کہ وہ اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں۔ یعنی وہ انتہائی بخیل اور کنجوس ہیں، نہ تو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور نہ اس کے بندوں کی ضروریات ہی میں کام آتے ہیں۔ صدقہ و خیرات اور انفاق کے جذبہ سے ان کا سینہ خالی ہے۔ اس کے مفہوم میں یہ بات بھی داخل ہے کہ وہ کسی بھی بھلائی کے کام میں آگے نہیں بڑھتے، بلکہ اس سے انقباض اور تکدر محسوس کرتے ہیں۔ ان کی دولت بدی کے راستوں میں تو خرچ ہوسکتی ہے لیکن امورِ خیر میں کبھی صرف نہیں ہوسکتی۔ یہ تو منافق مردوں اور عورتوں کی صفت تھی۔ اہل ایمان کے بارے میں کہا گیا۔ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ (کہ وہ زکٰوۃ دیتے ہیں) نماز جس طرح اللہ تعالیٰ سے تعلق کو ظاہر کرتی ہے، اسی طرح زکٰوۃ، خلقِ خدا سے ہم دردی کی علامت ہے۔ زکٰوۃ دینے والے انسان سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ دوسروں کے دکھ درد میں کام آئے گا اور ان پر اپنا مال صرف کرے گا۔ علاّمہ ابن کثیرؒ نے ان دو صفات کی تشریح اس طرح کی ہے:

(یقیمون الصلٰوۃ و یؤتون الزکٰوۃ) ای یطیعون اللّٰہ و یحسنون الٰی خلقہٖ

(وہ نماز قائم کرتے اور زکٰوۃ دیتے ہیں) یعنی اللہ کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کی مخلوق کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: ۲/۳۶۹)

دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق اور اس کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک اور اس کی خدمت ایمان والے مردوں اور عورتوں کا ایک نمایاں وصف ہے۔

۵- منافقوں کے بارے میں پانچویں بات یہ کہی گئی ہے کہ وہ فاسق ہیں۔ یعنی اللہ کے نافرمان اور اس کی حدود کے توڑنے والے ہیں۔ اہل ایمان کے متعلق فرمایا گیا یطیعون اللّٰہ و رسولہ (کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت

کرتے ہیں) ان کے ہر حکم کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں اور خوش دلی سے اس پر عمل کرتے ہیں۔ وہ صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ اپنے عمل سے بھی اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرماں بردار ہیں۔

اس طرح قرآن مجید نے ایمان والے مردوں اور خواتین کے اوصاف بھی بیان کردیے اور ان مردوں اور عورتوں کا کردار بھی واضح کر دیا جن کے دلوں میں کھوٹ ہے یا جو خدا کے منکر اور باغی ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں سے کون معاشرہ کو کس طرف لے جانا چاہتا ہے اور اس کی تگ و دو اور جدوجہد کی آخری منزل کیا ہے؟

مومنین اور مومنات کام یاب ہیں

اوپر منافقوں کی گندی اور ناپاک صفات بیان کرنے کے بعد ان کے انجامِ بد کا ذکر ہوا تھا۔ اس کے بالمقابل اہل ایمان کے پاکیزہ اوصاف اور اعلیٰ اخلاق کے تذکرہ کے بعد ان کا اخروی انجام بیان ہوا ہے۔ ارشاد ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۞

اللہ نے ایمان والے مردوں اور عورتوں سے ایسی جنتوں کا وعدہ کیا ہے، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ مکانوں کا، ابد کے باغات میں۔ اور اللہ کی خوش نودی تو بہت بڑی چیز ہے۔ یہی بڑی کام یابی ہے۔ (التوبہ:۷۲)

بعض سماجی ہدایات

اس طرح قرآن مجید نے ان آیات میں ایک طرف ایمان والے مردوں اور عورتوں کے اوصاف بیان کیے ہیں تو دوسری طرف ان مردوں اور عورتوں کا کردار

واضح کیا ہے جن کے دلوں میں کھوٹ ہے یا جو خدا کے منکر اور باغی ہیں۔ اس کے ساتھ ان کا انجام بھی بتا دیا کہ کل قیامت کے روز کون کام یاب ہونے والا ہے اور کس کے حصے میں ناکامی آنے والی ہے۔ ان آیات میں بعض نمایاں صفات کے ذریعہ جو حقیقت سمجھائی گئی ہے، قرآن مجید کے دوسرے مقامات پر مرد اور عورت دونوں کو بعض اور مشترک ہدایات دی گئی ہیں، جن سے ان کے مطلوبہ کردار کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔

مشترک اخلاقی خوبیاں

اسلام ایک ایسا معاشرہ تعمیر کرتا ہے جس میں دین و اخلاق پر قائم رہنا آسان اور اس کی خلاف ورزی کرنا مشکل ہو جائے، بے راہ روی اور بداخلاقی میں گرفتار ہونے کے امکانات کم سے کم تر ہوں اور اپنی سیرت و کردار کو ٹھیک رکھنے اور اسے جلا دینے کے مواقع زیادہ ہوں۔ معاشرے کی اس تعمیر میں وہ مرد اور عورت دونوں کو شریک کرتا ہے اور ان کے تعاون کو ضروری سمجھتا ہے۔ اس سلسلے میں اس نے جو ہدایات دی ہیں وہ دونوں ہی کے لیے ہیں، لیکن بعض مواقع پر اس نے ان سے الگ الگ بھی خطاب کیا ہے۔ ذیل میں اس طرح کی دو ایک مثالیں پیش کی جا رہی ہیں۔

سورۂ نور میں اسلام کے نظامِ معاشرت کے مختلف پہلو زیر بحث آئے ہیں۔ اس نظام میں عفت و عصمت کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ اس کے بقا و تحفظ کے لیے عورت اور مرد دونوں کو غضِّ بصر کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ	ایمان والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ زیادہ پاک ہے ان کے لیے۔ بے شک اللہ باخبر ہے ان تمام کاموں سے جو یہ کرتے ہیں

يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ (النور: ۳۰، ۳۱)

اور ایمانی والی عورتوں سے (بھی) کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔

اسلام چاہتا ہے کہ پوری سوسائٹی میں حسن ظن اور اعتماد کی فضا ہو، کسی کی عفت و عصمت پر حملے نہ ہوں، کسی پر کیچڑ نہ اچھالی جائے اور کسی کو بدنام اور رسوا کرنے کی کوشش نہ ہو۔ واقعۂ افک[1] کے سلسلے میں منافقین کی طرف سے اس فضا کو مکدر کرنے کی کوشش کی گئی اور بعض مخلص مسلمان بھی اس سے متاثر ہوگئے۔ اس پر قرآن نے تنبیہ کی۔ یہ تنبیہ ایمان والے مردوں اور عورتوں دونوں ہی کو تھی۔ فرمایا:

لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّ قَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۲﴾ (النور: ۱۲)

ایسا کیوں نہیں ہوا کہ جب تم نے یہ سنا تو ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں اپنے لوگوں کے بارے میں اچھا خیال کرتے اور یہ کہتے کہ یہ تو صریح جھوٹ ہے۔

---

[1] واقعہ افک کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک غزوہ (غزوۂ بنی المصطلق) میں ام المومنین حضرت عائشہؓ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ واپسی میں رات کو ایک جگہ قافلہ کا قیام ہوا۔ تھوڑی دیر آرام کے بعد پھر قافلہ کی روانگی کا اعلان ہوا تو حضرت عائشہ کچھ دور قضائے حاجت کے لیے گئی ہوئی تھیں۔ جب واپس ہوئیں تو انہیں خیال آیا کہ جو ہار وہ پہنے ہوئی تھیں وہ ٹوٹ کر وہیں گر پڑا ہے۔ وہ اس کی تلاش میں وہیں پہنچیں جہاں سے آئی تھیں۔ ادھر جس ہودج میں وہ سفر کر رہی تھیں اسے قافلہ والوں نے اونٹ پر رکھا اور قافلہ روانہ ہوگیا۔ انہیں اس کا احساس بھی نہیں ہوا کہ وہ ہودج میں نہیں ہیں۔ حضرت عائشہؓ واپس ہوئیں تو قافلہ جاچکا تھا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ انہیں اسی جگہ رکنا چاہیے جہاں ان کا قیام تھا، اس لیے کہ لوگ انہیں تلاش کرنے یہیں آئیں گے۔ وہیں بیٹھے بیٹھے ان کی آنکھ لگ گئی اور وہ لیٹ گئیں۔ قافلہ میں حضرت صفوان بن معطلؓ بھی شریک تھے۔ انہیں یہ ہدایت تھی کہ قافلہ کے روانہ ہونے کے بعد وہ دن نکلنے تک وہیں رہیں اور کوئی سامان وغیرہ رہ جائے تو اپنے ساتھ لیتے آئیں۔ انہوں نے صبح جب دیکھا کہ حضرت عائشہؓ لیٹی ہوئی ہیں تو ان کی زبان سے بے ساختہ انا للہ نکلا۔ =

اسی سلسلے میں مزید ارشاد ہوا:

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ وَ لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷﴾ (النور:۱۵-۱۷)

جب تمہاری زبانیں اسے ایک دوسرے سے نقل کر رہی تھیں اور تم اپنے منہ سے ایسی بات بول رہے تھے، جس کا تمہیں علم نہیں تھا اور تم اسے بہت ہلکی بات سمجھ رہے تھے حالاں کہ یہ اللہ کے نزدیک بڑی بات تھی۔ ایسا کیوں نہیں ہوا کہ جب تم نے یہ سنا تو کہتے، ہمارے لیے تو اس کا زبان سے نکالنا بھی صحیح نہیں ہے۔ سبحان اللہ! یہ تو بڑا بہتان ہے۔ اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی تم ایسی حرکت نہ کرو اگر تم ایمان والے ہو۔

منافقین معاشرہ کو بگاڑنے کی کوشش نہ کریں

اسلام معاشرہ کو جو بلندی اور پاکیزگی عطا کرنا چاہتا تھا اسے منافقین سخت ناپسند کرتے تھے۔ وہ جس اخلاقی پستی میں مبتلا تھے پورے معاشرے کو اسی پستی میں

= اس سے حضرت عائشہؓ کی بھی آنکھ کھل گئی انہوں نے چپ چاپ اونٹ حضرت عائشہؓ کے قریب کر دیا تاکہ وہ سوار ہوجائیں جب وہ سوار ہوگئیں تو وہ اونٹ کو ہانک کر قافلہ تک لے آئے۔ انہوں نے یہ بھی گوارہ نہ کیا کہ اونٹ پر خود بھی سوار ہوجائیں بلکہ پیدل چلتے رہے اور راستہ بھر حضرت عائشہؓ سے کوئی بات تک نہیں کی۔ ان حضرات کے پہنچنے پر منافقین کو جو اس طرح کے مواقع کی تلاش میں مستقل رہتے تھے، ایک شوشہ ہاتھ آگیا، انہوں نے چہ میگوئیاں شروع کر دیں، اس میں بعض سادہ لوح مسلمان بھی شریک ہوگئے۔ رسولِ اکرم ﷺ، حضرت عائشہؓ اور سب ہی مسلمانوں کو اس سے سخت تکلیف پہنچی۔ قرآن مجید نے اسی سورہ میں حضرت عائشہؓ کی برأت اور پاک دامنی کا اعلان کیا اور مسلمانوں کو بعض اہم معاشرتی احکام دیے۔ (واقعہ افک کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ بخاری، کتاب التفسیر (سورۃ النور) باب لولا اذ سمعتموہ الخ، مع فتح الباری: ۸/۳۰۶

دیکھنا چاہتے تھے اس کے لیے وہ نئے نئے شوشے چھوڑتے، افواہیں اڑاتے، فحش باتیں پھیلاتے اور سیدھی سادی اور شریف عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے رہتے تھے۔ قرآن مجید نے دنیا و آخرت میں اس کے برے نتائج سے انہیں آگاہ کیا۔ فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ (النور:۱۹)	جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی کا چرچا ہو ان کے لیے دنیا اور آخرت میں درد ناک عذاب ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

بدکاروں کے لیے برے جوڑے، نکوکاروں کے لیے نیک جوڑے

اسی ذیل میں یہ نفسیاتی حقیقت بھی واضح کی گئی کہ کسی بھی شخص کا رجحان انہیں افراد کی طرف ہوتا ہے، جو اس کے ہم خیال اور ہم مشرب ہوں، برے افراد اپنے جیسے برے افراد سے قریب ہوتے ہیں اور جن لوگوں میں نیکی اور شرافت ہوتی ہے وہ نیک اور شریف انسانوں سے قربت اور یگانگت محسوس کرتے ہیں۔ یہی نفسیات عورت اور مرد کے تعلقات کے پیچھے بھی کام کرتی ہے۔ برے مرد کا رجحان بری عورت کی طرف اور بری عورت کا برے مرد کی طرف ہوتا ہے۔ اسی طرح نیک مردوں اور عورتوں کے درمیان بھی ایک طرح کی ذوقی اور طبعی مناسبت ہوتی ہے۔ اسی بنیاد پر ان کے درمیان تعلقات بھی قائم ہوتے ہیں۔ فرمایا:

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَ الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَ الطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾ (النور:۲۶)	خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے ہوتے ہیں، پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہوتے ہیں۔ یہ ان گندی باتوں سے پاک ہیں، جو یہ کہہ رہے ہیں۔ ان کے لیے تو مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔

مطلب یہ کہ جو افواہیں منافقین کی طرف سے پھیلائی جا رہی ہیں سوچنا چاہیے کہ کیا وہ ان مقدس اور پاکیزہ شخصیتوں کی سیرت سے کچھ بھی میل کھاتی ہیں؟ کیا اللہ کے رسول ﷺ کے حبالۂ عقد میں (نعوذ باللہ) کوئی گندی اور ناپاک عورت آسکتی ہے؟ اس طرح کیا کوئی بدکار اور بدچلن عورت کسی نیک، پارسا اور وہ بھی اللہ کے پیغمبر کو پسند کرسکتی ہے؟

یہ سورۂ نور کی آیتیں ہیں۔ سورۂ احزاب میں بھی یہ موضوع زیر بحث آیا ہے۔ منافقین جس طرح کی گندی باتیں اور ناشائستہ حرکتیں کرتے تھے، اس سے رسولِ اکرم ﷺ کو سخت اذیت پہنچتی تھی۔ یہ کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اللہ کے رسول کو اذیت دینا، حقیقت میں اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچانا ہے۔ یہ دنیا و آخرت میں اللہ کی رحمت سے دوری اور دردناک عذاب کا موجب ہے۔ فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾ (الاحزاب:۵۷)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے اس نے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

منافقین کی ان حرکتوں سے اہل ایمان مرد اور عورتیں بھی سخت اذیت محسوس کر رہے تھے۔ قرآن نے ان منافقین سے کہا کہ تم اپنی ان حرکتوں سے کوئی کارِثواب نہیں انجام دے رہے ہو، بلکہ 'اثم مبین' کا ارتکاب کر رہے ہو:

وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾ (الاحزاب:۵۸)

جو لوگ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو، بغیر اس کے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو، ایذا پہنچاتے ہیں وہ بہتان اور صریح گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔

اس کے بعد انہیں تنبیہ کی گئی کہ اگر وہ اپنی ان حرکتوں سے باز نہ آئے معاشرہ کی اخلاقی فضا کو مکدر کرنے کی سازشیں کرتے رہے اور خدا ترس او رنیک سیرت انسانوں کو اسی طرح تکلیف پہنچانے کا سلسلہ جاری رکھا تو ریاست میں انہیں جو امان حاصل ہے وہ ختم ہوجائے گا اور ان کے خلاف سخت اقدام کیا جائے گا۔ ارشاد ہے:

لَئِنۡ لَّمۡ يَنۡتَهِ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَ الَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ وَّالۡمُرۡجِفُوۡنَ فِى الۡمَدِيۡنَةِ لَـنُغۡرِيَنَّكَ بِهِمۡ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوۡنَكَ فِيۡهَاۤ اِلَّا قَلِيۡلًا ۛۚ ﴿۶۰﴾ مَّلۡعُوۡنِيۡنَ ۛۚ اَيۡنَمَا ثُقِفُوۡۤا اُخِذُوۡا وَقُتِّلُوۡا تَقۡتِيۡلًا ﴿۶۱﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِى الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلُ ۚ وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبۡدِيۡلًا ﴿۶۲﴾

(الاحزاب: ۶۰-۶۲)

اگر یہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں افواہیں پھیلانے والے اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم ضرور تمہیں ان کے خلاف کھڑا کردیں گے۔ پھر یہ لوگ آپ کے پاس کم ہی رہ پائیں گے اور وہ بھی پھٹکارے ہوئے۔ جہاں کہیں وہ پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور بری طرح مارے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا یہی دستور رہا ہے اور آپ اللہ کے اس دستور میں کوئی رد و بدل نہیں پائیں گے۔

اہلِ ایمان ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں

ہر شخص کو اپنا وقار عزیز ہوتا ہے وہ نہیں چاہتا کہ کوئی اسے حقارت کی نظر سے دیکھے اور اسے مذاق کا موضوع بنایا جائے، لیکن بعض لوگوں کو ان کا کبر و غرور دوسروں کے احترام سے باز رکھتا ہے، ان کے نزدیک کسی کی عزت و وقار کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی اور وہ بڑی آسانی سے اس کا تمسخر کرنے اور مذاق اڑانے لگتے ہیں۔ یہ ایک مہلک بیماری ہے۔ جو شخص اس بیماری میں مبتلا ہو اس کے تعلقات

بہت جلد دوسروں سے خراب ہونے لگتے ہیں اور معاشرہ میں لطف و محبت اور ایک دوسرے کی عزت و احترام کی فضا ختم ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہ بیماری مردوں میں جتنی ہوتی ہے، عورتوں میں اس سے کم نہیں ہوتی، بلکہ شاید کچھ زیادہ ہی ہوتی ہے۔ قرآن مجید نے دونوں کو اس سے منع کیا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ۚ وَ مَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۱۱ (الحجرات:۱۱)

اے ایمان والو! نہ تو مرد ایک دوسرے کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، ایک دوسرے پر طعن و تشنیع نہ کرو اور نہ برے القاب سے پکارو۔ ایمان کے بعد فسق کا نام لگنا بہت برا ہے۔ جو لوگ (ان سب باتوں سے) توبہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔

ان مثالوں سے یہ بات واضح ہے کہ عورت کے تعاون سے ہی اخلاق، تقویٰ اور طہارت کی فضا پیدا ہوسکتی ہے۔ معاشرے میں بھلائیوں کا فروغ پانا اسی وقت ممکن ہے، جب کہ عورت اور مرد ایک دوسرے کی مدد کریں۔ اس کے بغیر صحیح معنی میں ایک اسلامی معاشرہ نہ تو وجود میں آسکتا ہے اور نہ باقی رہ سکتا ہے۔

☆☆☆